رجسٹرڈ انگلیشیہ نمبر ( )

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے
سہ ماہی .... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴)

قیمت فی پرچہ (۲)

جلد (۲) | ۲۷ اسفندار ۱۳۵۲ ف | ۲۳ محرم ۱۳۶۲ھ | ۳۰ جنوری ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۴۲)

مطلق العنانی کا خاتمہ

تدبر کا امتحان

از

وکھم اسٹیڈ

سنہ ۱۹۴۲ء کا آخری ہفتہ ایک عرصہ دراز تک قابل یادگار رہے گا تاریخ میں یہ چیز لکھی جائے گی کہ اس ہفتہ میں مطلق العنانی کا خاتمہ کر دیا گیا اور خوف و احتیاج سے نوع انسانی کی نجات کا راستہ عملی طریقہ پر اعلان کیا گیا۔

محاذ روس پر جرمن فوجیں بڑھتی ہوئی آفت کا تماشہ ہو رہی ہیں۔ فرانسیسی قوم اپنے حملہ آوروں کے خلاف پھر متحد ہو گئی۔ مزید براں پاپائے روم اور ممالک متحدہ امریکہ کے نائب صدر نے دنیا کی ان ضروریات کا خاکہ پیش کیا ہے جو آزادی کے بعد لاحق ہوں گی آزادی کی قوتوں کی کامیابی کی علامت ایک حقیقت کی طرح افق پر نمودار ہو رہی ہے۔ افراد اور اقوام اس چیز کے قریب آتے جا رہے ہیں جس کو برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چرچل نے نجات کی سرحد سے تعبیر کیا ہے۔ اس سرحد کے آگے نجات کا تصور عملی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

ہٹلر کے منصوبے الٹ گئے

یہ بات اب بالکل واضح ہے کہ محاذ روس پر جرمنی کو مسلسل پسپائیوں سے زیادہ ایک آفت سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ روس کی فوجی کی متحدہ عمل میں جرمنی کے اعلیٰ کمانڈر ہٹلر کو شکست دے رہا ہے۔ ہٹلر کی جنگی مشینری بہانی پھیلا کی وجہ سے کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ پانچ لاکھ سپاہیوں کی تباہی، گرفتاری اور ان کے محصور ہو جانے کی وجہ سے ہٹلر کی طاقت ٹوٹ رہی ہے۔ روس کے بہتر جنگی نقشوں نے ہٹلر کے جنگی نقشوں کو تباہ کر دیا۔ سال گزشتہ وہ جس مصیبت سے گھبرا رہا تھا اور جس سے وہ بچنا چاہتا تھا اب وہ اس پر غالب آ رہی ہے۔

جو اثرات فرانسیسی قوم میں ایک دیرپا پھوٹ ڈال سکتے تھے بہت کچھ زائل ہو گئے ہیں۔ جنرل گراڈ اور جنرل ڈی گال کے باہمی سمجھوتہ نے فرانسیسی اتحاد کو بحال کر دیا۔ جرمنی، اٹلی اور دوسرے دول محور پر ان واقعات نے اضطراب انگیز اثر ڈالا ہے۔ جرمنی کی اطلاعات میں پریشانی اور تضاد نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں۔ ایک مستند اطلاع سے ثابت ہوتا ہے کہ اٹلی کے باشندوں میں دہشت اور مایوسی پیدا ہو گئی ہے۔

جاپان میں جنرل توجو اپنی قوم سے صحیح طور پر یہ کہہ رہا ہے کہ اصلی جنگ اب شروع ہو رہی ہے۔ اس حقیقت کو وہ سنہ ۱۹۴۳ء میں زیادہ وضاحت کے ساتھ محسوس کریں گے۔ بہت ممکن ہے کہ جاپان جرمنی اور اٹلی سے زیادہ عرصہ تک مدافعت کرتا رہے لیکن اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو دوسرے دول محور کا ہوگا۔

اب تک اقوام متحدہ کے مدبرین اور ماہرین سیاست یہ کہتے رہے ہیں کہ قیام امن کے بعد جرمنی کا صحیح علاج کرنا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن اب ممالک متحدہ امریکہ کے نائب صدر اس مسئلہ میں جاپان کو بھی شامل کر رہے ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ اقوام متحدہ کو چاہئے کہ تخفیف اسلحہ سے پہلے دشمن کو نفسیاتی اعتبار سے بے ہتھیار کر دیں اور جرمنی اور جاپان کے نظام تعلیم پر نگرانی رکھیں تاکہ ہٹلر اور اس کے رفقائے کار نے نوجوانوں کے ذہن میں جو زہر پھیلایا ہے اس کو رفع کیا جا سکے۔ معاشی جنگ کو روکنے اور اقوام کے مابین معاشی امن قائم رکھنے کے لئے اقوام متحدہ کو ذرائع مہیا کرنے چاہئیں۔

تدبر کا امتحان

اس مقصد کے حصول کے لئے ہر ملک کو اپنے امور خارجہ میں تدبر کا ثبوت دینا ہوگا اور امور داخلہ میں تدبر کی کامیابی اس میں ہے کہ زمانۂ امن میں بھی بیروزگاری اسی طرح دور کر دی جائے جس طرح کہ زمانۂ جنگ میں کی گئی۔ میرے خیال میں یہ بات ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ امریکہ کے نائب صدر نے پاپائے روم کی اس رائے سے اتفاق کیا ہے کہ قوی اور کمزور قوموں کی معاشی قوتوں میں اشتراک پیدا کیا جائے تاکہ آگ بھڑکانے والے اور مصیبت پھیلانے والے مراکز باقی نہ رہیں۔ پاپائے روم کی طرح امریکہ کے نائب صدر بھی اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ قومی خود غرضی اور قومی علیحدگی پسندی کو ترک کرنا عام نجات کا راستہ پیدا کرے گا۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ مسٹر انتھونی ایڈن کے حالیہ بیانات سے اور سماجی اصلاح کے لئے بیورج کے لائحۂ عمل کے خیر مقدم سے ثابت ہوتا ہے کہ برطانیہ کی رائے عامہ کے نمائندے امریکہ کے نائب صدر اور پاپائے روم کے خیالات سے متفق ہیں۔

اقوام متحدہ کی فوجیں مطلق العنانی اور انسانی

بقیہ صفحہ (۱۱) پر

مملکت ہفتہ وار

جلد (۲) | ۲۷ اسفندار ۱۳۵۲ف شنبہ | نمبر (۴۲)

افتراق انگیزی

معاصر گولکنڈہ پتریکا نے پانچویں معاشی کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی ۱۸ جنوری کی اشاعت میں تحریر کیا ہے:

"ہفتہ گزشتہ نمائش مصنوعات ملکی کے ساتھ ساتھ پانچویں معاشی کانفرنس حیدرآباد میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس پر وہ توجہ مبذول نہیں ہو رہی ہے جس کی وہ مستحق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کی طرح یہ کانفرنس بھی عہدہ داروں کے ہاتھ میں ہے۔ تاجرین اور نیز پبلک اس میں زیادہ حصہ نہیں لے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کانفرنس میں تقاریر بھی زبانوں میں نہیں کی گئیں جن کو پبلک آسانی سے سمجھ سکتی۔ ریاست کے معاشی مسائل پر توجہ مبذول کرنے کے بجائے یہ ایک بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کانفرنس کے منتظمین نے کانفرنس کی بہت کافی تشہیر نہیں کی۔ پبلک کو کانفرنس میں شریک ہونے کی دعوت دی جانی چاہیے۔ مختلف جماعتوں کے لیڈروں کو بھی مدعو کرنا چاہیے۔ اگر ممکن نہ ہو تو پیپلز ایجوکیشنل کانفرنس کی طرح ایک علیحدہ پیپلز اکنامک کانفرنس شروع کرنی چاہیے۔"

معاصر موصوف نے اپنے اس تبصرہ میں حقائق کی غلط ترجمانی کی ہے۔ کانفرنس کی روئداد پر تبصرہ کرنے کے بجائے اس نے کانفرنس ہی کے خلاف اعتراضات کا ایک طومار باندھ دیا۔ ان اعتراضات کے پیچھے جو محرکات کارفرما ہیں ہم آگے چل کر ان پر روشنی ڈالیں گے۔

کانفرنس کا مقصد

معاشی کانفرنس کا مقصد معاشی مسائل کا نام لے کر ملک میں شور و شغب برپا کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا منتہائے نظر یہ ہے کہ ملک کے معاشی مسائل پر خالص سائنٹفک نقطۂ نظر سے غور کرے اور سیاسی ہنگاموں سے علیحدہ رہ کر اپنی نتیجۂ فکر حکومت اور اہل ملک کے آگے پیش کرے۔ اس کے مقاصد کو واضح کرنے کے لئے اس کے قیام کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ گھریلو صنعتوں کے افتتاح کے موقع پر حضرت بندگان اقدس نے ارشاد فرمایا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کے تمام ممالک میں گھریلو مصنوعات کی خریدی کا رجحان پایا جاتا ہے خواہ وہ ایسے عمدہ نہ ہوں جیسی کہ درآمد شدہ اشیا ہوا کرتی ہیں لہذا کوئی وجہ نہیں کہ میری قلمرو میں بھی اس ہمہ گیر فطری رجحان پر کیوں نہ عمل کیا جائے۔ ایسی حالت میں جبکہ میں خود حتی الامکان اپنے ہی قلمرو کی مصنوعات کی خریدی اور اس کا استعمال کرتا ہوں تو میرا خیال ہے کہ یہ عمل بذات خود میری رعایا پر اثر انداز ہوگا۔ وہ مجھ سے اور میری مملکت سے اس قدر محبت رکھتی ہے کہ اس مسئلہ پر اس کو میری تقلید پر آمادہ کرنے کے لئے کسی مزید ترغیب کی ضرورت نہ ہوگی۔"

اس ارشاد شاہانہ سے متاثر ہو کر اور اس کی رہنمائی میں انجمن طیلسانین عثمانیہ نے معاشی کمیٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کی رکنیت بلا لحاظ مذہب و فرقہ اور بلا لحاظ طبقہ سب کے لئے کھلی ہوئی ہے۔ اس انجمن نے ملک کی خدمت گزاری کا دائرہ صرف طیلسانین تک محدود نہیں رکھا بلکہ جملہ ابنائے وطن کو اس میں شریک ہو کر کام کرنے کی دعوت دی۔ معاشی کمیٹی کے قیام کا مقصد معاشی مسائل سے متعلق علمی تحقیقات کے علاوہ ملکی مصنوعات کی ترقی اور اس کے روز افزوں استعمال کے متعلق مختلف تدابیر اختیار کرنا ہے۔ اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہر سال معاشی کانفرنس اور نمائش مصنوعات ملکی کا انعقاد عمل میں آتا ہے۔

بے محل اعتراض

"گولکنڈہ پتریکا" کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ کانفرنس سرکاری عہدہ داروں کے ہاتھ میں ہے۔ معاشی کمیٹی کی رپورٹ بابت ۱۳۵۱ف اس وقت ہمارے سامنے ہے جس کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کمیٹی کے صدر اور ارکان عاملہ کی اکثریت غیر سرکاری افراد پر مشتمل ہے۔ البتہ بعض سرکاری عہدہ داران کو معاشی مسائل سے دلچسپی ہے اس ادارہ میں شریک ہیں۔ اس ادارہ کا مقصد جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا ہے شور و شغب برپا کرنا نہیں بلکہ ملک کے معاشی مسائل سے متعلق علمی تحقیقات کرنا ہے اس لئے معاشی مسائل سے دلچسپی رکھنے والے عہدہ داروں کی شرکت بجائے مضر ہونے کے مفید ثابت ہو رہی ہے۔ اس سال معاشی کانفرنس میں ملک کے اہم معاشی مسائل پر جو مقالے پڑھے گئے اور جو مباحث ہوئے اُن میں عہدہ داروں کے علاوہ بہت سے پبلک کارکنوں نے بھی بلا لحاظ مذہب و ملت حصہ لیا۔ جن میں مسز پدمجا نائیڈو، مسٹر نرسنگ راؤ ایڈیٹر رعیت، ڈاکٹر جے سوریا نائیڈو، سیٹھ بنکٹی داس گجروال اور مسٹر ارشاد حیدر انوری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس خصوص میں ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ جن عہدہ داروں نے کانفرنس میں حصہ لیا انھوں نے معاشی مسائل کی نسبت نہایت آزادی سے اپنے خیالات ظاہر کئے۔ چنانچہ خود گولکنڈہ پتریکا نے اسی اداریہ میں آنریبل مسٹر غلام محمد کی افتتاحی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ اعتراف کیا ہے کہ:

"آنریبل فینانس منسٹر نے جو تقریر کی ہے وہ بہت قابل قدر ہے۔ ریاست کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اس کو ایک روشن خیال اور وسیع النظر رکن فینانس مل گیا جو ایک سچا مصلح اور ماہر فینانس ہے۔ ہمیں بڑی مسرت ہوگی اگر ان کے زمانہ میں دو یا تین چیزیں وجود میں آجائیں۔ اولاً انکم ٹیکس۔ اگر انکم ٹیکس نافذ نہ ہو تو ہمیں اندیشہ ہے کہ مالدار طبقوں کے مقابلہ میں غریب رعایا محاصل کا بوجھ برداشت کرتی رہے گی۔ ثانیاً صنعتوں کی ترقی۔ ... اگر یہ دو چیزیں آنریبل فینانس ممبر کے زمانہ میں روبہ عمل آجائیں تو اس ملک کے باشندے ان کو حیدرآباد کا سر جوزیا اسٹامپ اور سر مہادیو راؤ تصور کریں گے۔"

اس کے باوجود معاصر موصوف کا معاشی کانفرنس کی افادیت پر شبہ ظاہر کرنا تنگ نظری اور تعصب کی دلیل ہے۔

شر انگیز تجویز

معاصر موصوف کا یہ اعتراض بھی غلط ہے کہ لیڈروں کو اور پبلک کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی۔ اگر ہمارے معاصر کا کوئی نمائندہ اس کانفرنس میں موجود ہوتا تو اس کو معلوم ہو

جانا کہ پبلک کارکنوں نے اس میں حصہ لیا یا نہیں۔ کانفرنس کی جو روئیداد اخبارات میں شائع ہوئی ہے اس سے علاوہ اس اعتراض کا کافی جواب ہے۔ اس سارے اداریہ میں اس سب سے زیادہ شر انگیز تجویز یہ معلوم ہوتی ہے کہ پیپلز ایجوکیشنل کانفرنس کی طرح ایک جداگانہ پیپلز اکنامک کانفرنس کا قیام کیا جائے۔ اس تجویز کے پیچھے مرکز گریزی اور افتراق انگیزی کے محرکات کار فرما ہیں۔ معاصر گزشتہ چند برسوں کی طرح بعض اہل معاصرین اور پبلک کارکن حیدرآباد میں ایسے موجود ہیں جو کسی مشترکہ ادارہ اور مشترکہ تحریک کو سرسبز ہوتا دیکھ نہیں سکتے۔ چنانچہ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے بالمقابل جو ایک مشترکہ ادارہ تھا پیپلز ایجوکیشنل کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا جو ایک فرقہ وارانہ ادارہ ہو کر رہ گیا۔ ایسی ہی وجہ کی تہہ میں فرقہ وارانہ ذہنیت کار فرما رہی ہے مگر اس کو چھپانے کے لئے خوشنما الفاظ اور اصطلاحات استعمال کی جاتی رہیں۔

معاصر موصوف نے ایک اور اعتراض یہ کیا ہے کہ معاشی کانفرنس میں تقاریر دیسی زبانوں میں نہیں کی گئیں جن کو پبلک آسانی سے سمجھ سکتی۔ یہ اعتراض بظاہر معقول معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں بھی وہی فرقہ وارانہ ذہنیت نمایاں ہے جو ہمارے معاصر کی ایک خیال مخصوص ہے۔ ہم یہ کہنے سے قاصر ہیں کہ جس اجلاس میں سامعین اور مقررین بلا لحاظ مذہب و ملت سب کے سب اردو جانتے ہوں اگر اردو میں تقریر نہ ہو تو کس زبان میں تقریر کی جائے۔ بات یہ ہے کہ بعض انتہا پسند جرائد اور پبلک کارکن زبان کے مسئلہ کی آڑ میں اپنا سیاسی کھیل کھیل رہے ہیں۔ اور اردو زبان پر موقع بے موقع ہر سمت سے حملے کئے جاتے ہیں۔ کبھی تو طلباء کی مشکلات کو حیلہ بنا کر اردو پر حملہ کیا جاتا ہے اور کبھی نظم و نسق کی دقتوں کو پیش کر کے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہر علاقہ کا نظم و نسق اسی علاقہ کی زبان میں چلایا جائے۔ ان سارے مطالبات کے عقب میں زبردست سیاسی محرکات کار فرما ہیں جن کا منشاء و مقصد مرکز گریز رجحانات پیدا کر کے مملکت کا شیرازہ بکھیرنا ہے۔

ماہرین معاشیات کے لکچروں کا انتظام

حیدرآباد ۱۰ جنوری۔ انجمن طیلسانین جامعہ عثمانیہ کی معاشی کمیٹی ہر ماہ لکچروں کا ایک سلسلہ ترتیب دینے کا انتظام کر رہی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ یہ لکچر آئندہ ماہ سے شروع کر دئے جائیں گے۔ اور مشہور و معروف علماء و ماہرین معاشیات کو مملکت حیدرآباد کی معاشی و صنعتی ترقیات اور ضروریات سے دار پر لکچر دینے کی دعوت دی جائے گی۔

(د پ)

اجناس خوردنی کی نگرانی

یہ ایک اہم سوال ہے کہ اجناس خوردنی کی جو قلت ملک میں پائی جاتی ہے اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ عام رجحان یہ ہے کہ ساری ذمہ داری حکومت پر عائد کی جاتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حکومت نے فوج کے لئے بڑی مقدار میں اجناس خرید کئے اور دوسرے ممالک کو اجناس برآمد کر کے یہ نازک صورت حال پیدا کر دی ہے۔ ان دو امور سے متعلق عام افواہیں پھیلی ہوئی ہیں۔ قوم پرست جرائد اور پروپگنڈہ کرنے والے افراد ان خیالات کو خوب پھیلا رہے ہیں اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اغذیہ کی نازک صورت حال کی تنہا ذمہ دار حکومت ہے لیکن واقعات کیا ہیں؟ باوثوق اعداد سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اجناس کا بہت ہی خفیف سا حصہ برآمد کیا گیا ہے جو ملک میں پیدا ہوتے ہیں۔ فوج کے لئے رسد کی فراہمی پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جو لوگ فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں وہ اب بھی اتنا ہی کھا رہے ہیں جو بھرتی ہونے سے پہلے کھاتے تھے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اجناس خوردنی کہاں غائب ہو گئے جو ملک میں پیدا ہوتے ہیں؟ بازار کی حالت سے گہری واقفیت رکھنے والے واقف ہیں کہ یہ اجناس کہاں غائب ہو رہے ہیں۔ نفع اندوزی کرنے والے تاجر اور بیوپاری اجناس کے ذخائر مخفی کر رہے ہیں۔ اور موجودہ صورت حال کی ذمہ داری انہی تاجروں اور بیوپاریوں پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اختفائے اجناس سے یہ نازک صورت حال پیدا ہوئی جس سے سارا ملک عموماً اور غریب طبقے خصوصاً متاثر ہو رہے ہیں۔ ہم ابتدا ہی سے یہ رائے ظاہر کرتے رہے ہیں کہ ان نفع اندوزی کرنے والوں کے خلاف سخت تدابیر اختیار کی جائیں۔ ہمارے اس خیال کی تائید لندن ٹائمز بھی کر رہا ہے اور ہمیں امید ہے کہ اس خرابی کی اصلی وجہ کو حکومت ہند بھی تسلیم کرے گی اور اس کے رفع کرنے کے لئے موثر قدم اٹھائے گی۔

اس نازک صورت حال کی ذمہ داری حکومت پر عائد نہیں ہو سکتی لیکن اس پر یہ الزام ضرور عائد ہوتا ہے کہ اس نے جو تدابیر اختیار کیں وہ موثر نہ تھیں۔ متعدد کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ اجناس پر نگرانی رکھنے کے لئے قواعد نافذ کئے گئے، اور نگرانی نرخ اشیاء سے متعلق تدابیر اختیار کی گئیں۔ لیکن یہ تدابیر صورت حال کو بہتر نہ بنا سکیں جو دن بدن بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ حکومت کی ناکامی کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس نے انہی عناصر پر بھروسہ کیا جو صورت حال کو بگاڑنے کے ذمہ دار تھے اور جب تک حکومت کی روش یہی رہے گی یہ مسئلہ حل نہ ہو سکے گا۔ ایسے غیر معمولی حالات میں جبکہ نفع اندوزی کا بازار گرم ہے تجارت کے عام طریقے سود مند نہ ہوں گے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تجارت کے نئے راستے اور نئے طریقے دریافت کئے جائیں تا اجناس کی فراہمی اور صارفین تک ان کو پہنچانے کے مروجہ طریقوں پر حکومت کو بھروسہ نہ کرنا چاہئیے۔ حکومت کو چاہیے کہ خود کاشتکاروں سے راست اجناس حاصل کرے اور درمیانی منافع گیروں کو حذف کر کے صارفین تک اجناس پہونچائے۔ یہ مقصد کاشتکاروں اور صارفین کی انجمن ہائے امداد باہمی کے قیام سے حاصل ہو سکتا ہے۔ حکومت کی پالیسی یہ ہونی چاہیے کہ ایسی انجمنوں کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ اس نازک صورت حال کو رفع کیا جا سکے جو منافع گیروں نے پیدا کر دیا ہے۔ لندن ٹائمز نے اس واقعہ کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے کہ درمیانی منافع گیروں کی سرگرمیوں سے "حکومت کے داخلی اور بیرونی دشمن فائدہ اٹھا سکتے ہیں"۔ حکومت کے داخلی اور بیرونی دشمن اغذیہ کی نازک صورت حال سے فی الواقع فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مساعی جنگ کے خلاف جذبات کو ابھار رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جو افراد نفع اندوزی کرنے والے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ حکومت کے داخلی دشمن ہیں اور کانگریس سے جن کی ہمدردیاں مشہور و معلوم ہیں۔ حکومت کے سیاسی دشمن اور غذا کے محاذ پر عوام کے دشمن درحقیقت ایک ہیں۔ پھر کیوں نہ اس واقعہ کو تسلیم کیا جائے اور اس کے کامل انسداد کا عزم کیا جائے۔ (انڈی پنڈنٹ انڈیا)

سرخ فوج نصف درجن مقامات پر دباؤ ڈالے رہیں

ماسکو ۱۰ جنوری۔ آج سہ پہر کے روسی اعلامیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ رات میں سرخ فوجیں لینن گراڈ سے قفقاز تک کوئی آدھے درجن محاذوں پر دباؤ ڈالے رہیں۔ ورونیز کے علاقہ میں روسی دور آگے بڑھ گئے۔ دشمن نے اس علاقہ کی دو بستیوں میں روسیوں کو روکنے کی کوشش کی لیکن آخر روسی فوجوں نے پیش قدمی کی اور دشمن کو جان و مال کا شدید نقصان ہوا۔

ایک نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ ورونیز کی روسی فوجیں ایک ایسے مقام پر پہونچ گئیں جو جرمنوں کے مرکز کرسک سے صرف ۵۰ میل پر واقع ہے۔

اور آگے جنوب میں دشمن روسیوں کی اس پیش قدمی کو روکنے کی بڑی کوشش کر رہا ہے جو وہ رستوف پر شمال شمال مشرق اور جنوب مشرق سے روسیوں کی فوج بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ ۵۰ میل آگے بڑھ گئی ہے۔

جنوب میں دوسری روسی فوجوں نے موزدوک کے ریلوے مرکز کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔

مغربی قفقاز میں بحر اسود کی بندرگاہ توپسے اور مائیکوپ کے پٹرول کے چشموں کے درمیان روسیوں نے پٹرول کا مرکز دشمن خورسک فتح کر لیا۔

واقعہ کربلا نے انسانیت کو کیا سبق دیا

(تقریر مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی صوبہ دار اورنگ آباد جو نشر گاہ ورنگل آباد دکن سے نشر ہوئی)

حسین انسانیت کا تجھ سے مستقبل ہوا روشن
تجھے ہم آفتاب صبح بیداری سمجھتے ہیں

واقعۂ کربلا میں عترت رسول مقبولؐ اور رفقائے حسینؑ نے ایسی قربانیاں پیش کیں جن کی نظیر اس سے قبل یا اس کے بعد تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر رہی ہے۔ قربانیوں کا یہ نمونہ قیامت تک کے لئے ایک درس عبرت ہے جس سے اہل بصیرت سبق حاصل کرتے ہیں۔ یہ قربانیاں جن کا ذکر محرم کی مجالس میں ہوا کرتا ہے اہل دنیا کے ذہنیت کی اصلاح و ہدایت کا ایک زبردست ذریعہ ہیں۔

کربلا میں جان و مال، اولاد و رفقاء کی قربانی دینے سے حسینؑ کا مقصد شہادت یہ تھا کہ ایسے عمل کا نمونہ پیش کرے افراد میں استقلال و صبر کی قوت احساس اور اظہار حق کی جرأت پیدا کردیں۔ یہ انسانیت کا خاصہ ہے کہ کسی مثال کے ذریعہ سے جب کوئی عمل اوس کے مشاہدہ میں آجاتا ہے تو خود اوس میں بھی جوش عمل پیدا ہوجاتا ہے۔ حسینی کارناموں میں اتنا اثر پوشیدہ ہے کہ دنیا اس مظلومیت کی داستان کو کسی طرح نہیں بھول سکتی ہے بلکہ جس قدر ان کے نام کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اوسی قدر ان روشن حقیقتوں کے نقوش ابھرتے جاتے ہیں۔ حسینی مشن کی تکمیل کا اہم مقصد یہ تھا کہ صبر و رضا، تحمل و برداشت، استقلال و ثبات اور خلوص و ایثار کیساتھ مصایب و آلام کو برداشت کیا جائے۔ حسینؑ نے اپنا جبر آگھر کر ادائے فرض کے معنی سمجھا دئے اور ثبات و عزم کی قوت دنیا کو دکھا دی۔ وہ عزم میں فولاد اور مردانگی میں فرد تھے۔ اور ان کے دل میں عالم انسانیت کا درد بھرا ہوا تھا۔ حسینؑ نے کربلا کی چند روزہ زندگی میں تعلیم انسانیت کے لئے اپنی مقدس خون سے ایسا صحیفہ تیار کیا ہے جس کو پڑھ کر درس گاہ روحانیت کے طالب علم انسان کامل بن سکتے ہیں۔ حسینؑ کی شہادت حمایت حق، استقلال و ثبات، ایثار و قربانی اور دشمنوں کے ساتھ انتہائی رواداری کا ایک لافانی مرقع ہے اور انہوں نے اپنی شہادت سے ایک عام بیداری اور شعور کی فضا پیدا کردی تاکہ لوگ حریت اور آزادی کو سب کچھ سمجھیں۔ اس واقعہ نے ہم کو یہ بھی سکھایا کہ انسان جب فرض کی پکار سنے تو تمام ذیلی امور کو نظر انداز کرکے ادائے فرض کے لئے تیار ہوجائے اور جنگ میں انتہائی استقلال و شجاعت کے جوہر دکھانے کے لئے ارادے اور عقیدے کی پختگی لازمی ہے۔ اس لئے کہ عزم آہن کے بغیر کوئی مہم کامیابی کے ساتھ سر نہیں ہوسکتی ہے۔ مشکلات میں انسان کو موت سے نہ ڈرنا چاہئے۔ اور جب موت پیش نظر ہوجائے تو سکون و اطمینان قلب کیساتھ اوس کا خیر مقدم کرنا چاہئے اسی طرح جب کسی اہم فیصلہ کا موقع پیش آجائے تو انسان کو خوف، جھجک اور تذبذب کی حالت میں گرفتار نہ ہونا چاہئے بلکہ سکون قلب اور اطمینان کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہئے اور جب ایک مرتبہ صحیح فیصلہ کرلیا جائے تو اوس پر کوہ تمکین کی طرح جما رہنا چاہئے۔ کسی صحیح اصول اور بلند مقصد کے لئے ہر قسم کی بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اور راہ حق میں آلام و مصائب سب کو بخندہ پیشانی خوشدلی کیساتھ برداشت کرنا چاہئے۔ جان، مال اور عزت کے ضائع ہونے کے خوف سے حق اور اصول کو کبھی قربان نہ کرنا چاہئے۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ علیہ فرماتے ہیں۔

کار سے کہ حسینؑ اختیار سے کردی
در گلشن مصطفٰےؐ بہار سے کردی
از ہیچ پیمبرے نہ آید این کار
واللہ کہ اے حسینؑ کار سے کردی

علامہ سر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔

آں امام عاشقاں پور بتولؑ
سرو آزادے ز بستان رسولؐ
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر
خاست آں سر جلوۂ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
بر زمین کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد
عزم او چوں کوہساراں استوار
پایدار و تند سیر و کامگار
تیغ بہر عزت دین است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس
خون او تفسیر این اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت
شوکت شام و فر بغداد رفت
سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت
تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز
اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک او رساں

تخفیف مصارف کے سلسلہ میں ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل

حیدرآباد، ۲۵ جنوری۔ حضرت اقدس و اعلی کے فرمان مبارک کی متابعت میں تخفیف مصارف کی جو کمیٹی آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس کی صدارت میں مقرر کی گئی ہے اس نے مختلف امور پر رپورٹ مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل آٹھ ذیلی کمیٹیاں مقرر کی ہیں۔

(۱) ذیلی کمیٹی برائے ترتیب سوالنامہ۔ مسٹر ابوالحسن سید علی، مسٹر میر اکبر علی خان، مسٹر ہری کشن پرشاد اور مسٹر عبدالباسط خان۔

(۲) ذیلی کمیٹی برائے تنخواہ و الاؤنس۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر، مسٹر میر اکبر علی خان، مسٹر پنگل وینکٹ راما ریڈی، مسٹر بی ایس وینکٹ راؤ اور نواب زین یار جنگ بہادر۔

(۳) ذیلی کمیٹی برائے سررشتہ جات عدالت، تعلیمات، طبابت و امور مذہبی۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر، پنڈت گوپال راؤ ایکبوٹے، مسٹر ہری کشن، مسٹر میر اکبر علی خان، مسٹر عبدالباسط خان۔

(۴) ذیلی کمیٹی برائے سررشتہ مالگزاری۔ مسٹر ابوالحسن سید علی، مسٹر ہری کشن، مسٹر پنگل وینکٹ راما ریڈی، مسٹر میر لائق علی اور مسٹر لیاقت اللہ خان۔

(۵) سب کمیٹی برائے سررشتہ تعمیرات۔ راجہ پنالال پتی، مسٹر میر اکبر علی خان، مسٹر میر لائق علی، مسٹر بی ایس وینکٹ راؤ اور نواب زین یار جنگ بہادر۔

(۶) سب کمیٹی برائے سررشتہ فینانس۔ مسٹر ابوالحسن سید علی، مسٹر میر اکبر علی خان، مسٹر پنگل وینکٹ راما ریڈی، مسٹر میر لائق علی اور مسٹر عبدالباسط خان۔

(۷) سب کمیٹی برائے سررشتہ صنعت و حرفت۔ مسٹر ابوالحسن سید علی، مسٹر ہری کشن، مسٹر پنالال پتی، مسٹر پنگل وینکٹ راما ریڈی، مسٹر میر لائق علی اور مسٹر سی۔ بی۔ تاراپور والا۔

(۸) سب کمیٹی برائے سررشتہ جات مختلف جن کا اوپر ذکر نہیں آیا ہے۔ مسٹر ابوالحسن سید علی، مسٹر ہری کشن، مسٹر میر اکبر علی خان، راجہ پنالال پتی، اور مسٹر سی۔ بی۔ تاراپور والا۔

ان جملہ سب کمیٹیوں کے صدر بحیثیت عہدہ آنریبل صدر المہام فینانس ہوں گے اور معتمد کمیٹی تخفیف مصارف ان سب کمیٹیوں کے داعی ہوں گے۔

یہ سب کمیٹیاں عہدہ داران سررشتہ جات دیگر عہدہ داران ماتحت کو غرض ادائی شہادت اپنے اجلاس میں طلب کریں گی۔ علاوہ ازیں دیگر عہدہ داران سررشتہ و بعض غیر سرکاری اصحاب کو بھی اظہار رائے کا موقع دیا جائے گا۔

(اسوسی ایٹڈ پریس)

بہادر خوش مزاج اور جنگجو

برطانوی نشرگاہ سے ایک برطانوی فوجی عہدہ دار نے جو شام مصر اور لیبیا کی جنگوں میں ہندوستانی فوجوں کے ساتھ تھے ایک تقریر کی۔ اپنی تقریر میں انہوں نے کہا کہ ہندوستانی سپاہی بہادر اور خوش مزاج ہوتے ہیں۔ میں نے شام مصر اور لیبیا میں اکثر موقعوں پر ان کے ساتھ جنگ کی ہے اور ان کی جنگی قابلیتوں سے بہت متاثر ہوں۔ پچھلے سال جون کے مہینے میں دمشق پر قبضہ کے وقت اگرچہ انہیں تھوڑی حد تک ہندوستانی سپاہیوں ہی کا دخل تھا اس لڑائی میں پوری ہندوستانی انفنٹری بریگیڈ نے حصہ لیا تھا اور اس خوفناک لڑائی کے آخر میں صرف ایک کمپنی باقی رہ گئی تھی۔ میں دمشق کے نواح میں اس گھر اور باغیچہ کو نہیں بھول سکتا جہاں پر ان بہادر ہندوستانیوں نے گولیوں کی بارش میں اپنے سینے سپر کر دیے اور اس وقت تک ڈٹے رہے جب تک ان کے پاس آخری گولی اور آخری آدمی باقی رہا۔ آخر میں ان پر توپوں اور ہوائی جہازوں سے حملہ کیا گیا اور جس وقت حملہ ختم ہوا ہے تو صرف (۱۰) سپاہی زندہ تھے مگر سب زخمی تھے۔ برطانوی عہدہ دار نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ پچھلے سال دسمبر کے مہینے میں سیدی عمر کے مقام پر سکھ رجمنٹ نے اس مضبوط مورچہ پر حملہ کیا جو جرمنوں اور اطالویوں کے قبضہ میں تھا۔ سکھ رجمنٹ میں پنجابی اور سکھ تھے۔ جس وقت یہ فوج حملہ کو آگے بڑھی تو سب جنگی موٹروں میں سوار اپنے جنگی ترانے گا رہے تھے۔ چہروں پر مسکراہٹ تھی اور دلوں میں جرأت۔ دشمن کی دھواں دھار باڑھوں میں اس طرح گھس پڑنا عجیب دل ہلا دینے والا منظر تھا۔

برطانوی فوج عہدہ دار نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ذرا سوچیے جس وقت سکھوں نے جرمن مورچہ پر دھاوا کیا تو سروں پر جرمن ہوائی جہاز منڈلا رہے تھے۔ اس مقام پر ہند کی طرف سے ایک زبردست چٹان تھی جس میں راستہ بنایا گیا تھا۔ اس راستہ کا بڑا حصہ برباد کر دیا گیا تھا۔ ہندوستانی راستہ صاف کرنے والے سپاہیوں نے اپنی جسمانی محنت صرف کر کے اسے فوراً ہی ٹھیک کر دیا اور بھاری بھاری گاڑیاں اس پر سے گزر گئیں۔ اسی طرح ان راستوں کو بھی جن پر سرنگیں بچھا دی گئی تھیں انہی سپاہیوں نے صاف کر دیا تھا۔ یہ سپاہی دشمن کے اس مقام سے فرار ہونے سے پہلے ہی اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے۔ ایک اور موقع پر جب ہم ترالہ کے مورچوں میں تھے اور سرنگیں بچھائی جا رہی تھیں اور میری بٹالین ایک ہندوستانی بٹالین کے بازو پر تھی۔ مجھے یہ دیکھنا تھا کہ ہندوستانی سرنگ بچھانے والوں نے کتنی دور تک سرنگیں بچھا دی ہیں تاکہ ہماری نگرانی کرنے والی فوجیں کہیں غلطی سے ادھر نہ چلی جائیں۔ یہ کام ہندوستانی سپاہیوں کو رات ہونے سے پہلے انجام دینا تھا۔ جس وقت ہماری نگرانی کرنے والی فوجیں رات کو نکلیں تو معلوم ہوا کہ جتنے فاصلہ تک سرنگیں بچھا کر جانے کی امید تھی اس سے ایک میل زیادہ تک سرنگیں بچھا دی گئی تھیں۔ اسی سے ان کی پھرتی کا اندازہ ہو سکتا ہے رات اتنی اندھیری تھی کہ اسکاٹ لینڈ کی نگرانی کرنے والی فوجیں ہندوستانی فوجوں سے آملیں۔ ہندوستانی فوجوں نے اسکاٹ لینڈ کے سپاہیوں سے خفیہ اشارہ پوچھا اور ان میں کے چند سپاہی گرفتار کر لیے۔ سرنگیں بچھانے کے بعد وہ کام ہندوستانی سپاہیوں کی ذہانت اور محنت کا بہترین مظاہرہ تھا کیونکہ ان سپاہیوں نے دشمن کے دھوکے کے جالوں سے نقصان اٹھایا اس لیے وہ بھی بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اس موقع پر ہندوستانی سپاہیوں نے بڑی چالاکی سے یہ کام انجام دیا تھا۔

ہندوستانی سپاہیوں کے دوستانہ برتاؤ کی تعریف کرتے ہوئے برطانوی عہدہ دار نے کہا کہ ریگستان کے علاقہ میں جہاں کہیں بھی ہندوستانی دستے تھے ان سے جس چیز کی ضرورت ہوتی مل جاتی تھی مثلاً پانی، پٹرول، کھانا اور کوئی چیز۔ مخالف دیا کارروائیوں کی تعلیم کے سلسلے میں میں نے چند دن ان ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ بھی گزارے ہیں۔ مجھے یہ جان کر تعجب ہوا کہ اتنا مشکل کورس انہوں نے کیسی آسانی سے سیکھ لیا حالانکہ انہیں سمجھانے والا خود کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا۔

جب دس دن ختم ہو گئے اور ان کا امتحان لیا گیا تو برطانوی فوجیں اگر (۱۵) میں دس راؤنڈ صحیح چلاتی تھیں تو ہندوستانی فوجیں (۲۲) میں (۲۰) چلاتی تھیں۔ آخر میں کہوں گا کہ میری یہی خواہش ہے کہ اسے خوش مزاج اور بہادر سپاہیوں کے ساتھ اپنی فوج کو بھی رکھوں۔ برطانوی فوجوں کے ساتھ ان کی ہمدردی کی مثال پورے مشرق وسطیٰ میں مشہور ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جہاں کہیں بھی برطانوی اور ہندوستانی فوجیں مل کر جنگ کریں گی ان کا یہ اعلیٰ معیار قائم رہے گا۔

"" اطلاع ملی ہے کہ ہم ٹھیک نشانہ پر گرے دوسرے بمبار ہوائی جہازوں نے شمالی برما میں جنگی ہوائی جہازوں کے ساتھ ریلوے مواصلات کے متعدد مقامات پر حملہ کیا۔ ان حملوں سے تمام امریکی ہوائی جہاز اور ہوا باز صحیح سلامت واپس آئے۔

رسٹوف پر راست حملہ کرنے کی تیاریاں

سرخ فوجیں جنوبی قفقاز میں بھی بڑھ رہی ہیں

ماسکو ۱۰ر جنوری۔ آج صبح روسی اعلامیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سالسک سے آگے بڑھنے والی روسی فوجیں اور کئی میل آگے بڑھ گئیں اور رسٹوف پر ایک راست حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ رسٹوف کے جنوب مشرق میں ان روسی فوجوں نے جو قفقاز کی اہل ریلوے کے متصل جو آگے بڑھ رہی ہیں اور ریلوے اسٹیشن اور کروپٹکن کے قریب کے شہر فتح کرلیے۔ روسی اب کروپٹکن کی طرف بڑھے چلے آرہے ہیں۔

روسی اعلامیہ میں پہلی مرتبہ یہ کہا گیا ہے کہ جنوبی قفقاز میں روسی فوجوں نے مائیکوپ کے نیول کے چشموں کے جنوب مغرب میں ۳۰ میل پر دو شہر فتح کیے۔ روسی تو اپسے سے مائیکوپ کی پہاڑیوں پر یلغار کر رہے ہیں تاکہ ان دوسری روسی فوجوں سے جا ملیں جو رسٹوف کے راستہ پر کھڑی ہوئی ہیں۔

وورونیز کے محاذ سے آگے دوسری روسی فوجوں نے ایک اہم ریلوے جنکشن فتح کر لیا جو خود وورونیز کے ۵۰ میل مغرب میں واقع ہے اور اب یہ فوجیں خارکوف کی طرف جارحانہ اقدام کر رہی ہیں۔

اسٹالن گراڈ

اسٹالن گراڈ میں محصوریوں کی باقی ماندہ ۲۰ ہزار جرمن فوجیں اور کم ہو گئیں۔ مزید ایک ہزار قیدی گرفتار کیے گئے۔ ایک نامہ نگار جنگ کا بیان ہے کہ اسٹالن گراڈ کے سامنے جرمنوں کی مزاحمت لڑائی بہت جلد ختم ہو رہی ہے اور بہت سے سپاہی اطاعت قبول کر رہے ہیں۔ اب بہت تھوڑے سے جرمن ہوائی جہاز اسٹالن گراڈ کے رقبہ پر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جرمنی کی زبانی

جرمنوں کا بیان ہے کہ وسطی محاذ پر روسیوں نے ویلکی لوکی اور رزیو کے متعلقوں میں گھمسان کی لڑائیاں شروع کر دی ہیں۔ اور آگے شمال میں ایلمن گراڈ اور رسٹوف کے نواح میں شدید حملے کیے ہیں۔ لیکن روسی ان محاذوں کی لڑائیوں کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔

برما پر ہوائی حملے

نئی دہلی ۱۰ر جنوری۔ امریکی ہوائی فوج کے ایک اعلامیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ریشنبہ کو امریکی ہوائی جہازوں نے برما میں جاپانیوں کے مقبوضہ علاقہ پر حملہ شروع کر دیا۔ دشمن کے جنگی ہوائی جہازوں نے ہمارا راستہ روکنے کی ناکام کوشش کی۔ بمبار ہوائی جہازوں کے ایک دوسرے دستہ نے مانڈلے میں ریلوے مرکزوں اور ریلوے لائنوں پر حملہ کیا۔ ""

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

لکشمی پورم مدراس میں ایک جلسہ عام کی صدارت کرتے ہوئے رائٹ آنریبل مسٹر سرینواس شاستری نے کہا کہ :-

"ہندو مسلمانوں کے اختلافات کو باہمی رضامندی سے رفع کر لینا ضروری ہے۔ مسٹر جناح اور مسٹر ساورکر کو کوئی نہ کوئی مجھوتہ کر لینا چاہیئے"

اب تک یہ شور مچایا جا رہا تھا کہ مسٹر جناح اور گاندھی جی کو آپس میں مجھوتہ کر لینا چاہیئے۔ اب یہ مشورہ دیا جا رہا ہے کہ مسٹر جناح اور مسٹر ساورکر آپس میں مجھوتہ کر لیں۔ مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسٹر ساورکر اور گاندھی جی کے مابین بھی کوئی مجھوتہ ہوا یا نہیں ؟

قائد ملت اور ہماری سابقہ مجالس عاملہ نے بلاشبہ بہت کچھ کیا ہے۔ ایک اجتماعی احساس پیدا کر دیا ہے مگر ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ یہ اجتماعی احساس ابھی تک اتنا محکم نہیں ہوا ہے کہ جماعت کے لئے فرد آسانی سے اپنی قربانیاں کر سکے۔ ارکان مجلس عاملہ کو خود صاحب ایثار بن کر اوروں کو ایثار پہ آمادہ کرنا ہے۔

(ملت کا واحد ترجمان)

ہمیں یقین ہو چلا تھا کہ قوم شمشیر بکف اور تیغ بہ کش بن گئی ہے مگر ہمارے معاصر کے اس انکشاف کو پڑھ کر ہم یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ
"گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے"

سر جوالا پرشاد کہتے ہیں کہ "شہریوں کا محاذ قائم کرنا ضروری ہے۔ (ایک خبر)

شہریوں کا محاذ ایک عرصے سے غلہ کی دوکانوں کے سامنے قائم ہے۔

"دکن نیوز" کی اطلاع ہے کہ :-

"سرکاری مقررہ نرخ کے خلاف جوار فروخت کرنے کے الزام میں عثمان گنج کے ایک بیوپاری کو تعلقات سوم عدالت فوجداری بلدہ سے برخاست عدالت تک سزائے قید دی گئی اور تین سو روپیہ جرمانہ۔ اس مقدمہ کو انسپکٹر مجلس گرانی نرخ اجناس نے

گرفتار کیا تھا"

بہت اچھا ہوا کہ "مقدمہ" کو گرفتار کیا گیا اگر خاطی کو گرفتار کیا جاتا تو سزا کس طرح دی جاتی۔

بعض جرائد اور خصوصاً ایک قوم پرست ہفتہ وار نے علی العموم اتحاد المسلمین کی مجلس عاملہ کو ایک ایسی جماعت دکھانے کی کوشش کی ہے جو قائد ملت کی ہاں میں ہاں ملا دیا کرتی ہے۔ (ملت کا واحد ترجمان)

یہ کس نے کہا کہ مجلس عاملہ قائد ملت کی ہاں میں ہاں ملا دیا کرتی ہے؟ ہماری اطلاع تو یہ ہے کہ مجلس عاملہ قائد ملت سے ہمیشہ برسرپیکار رہتی ہے جس کو عوام سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

روم کے ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ طرابلس کے تخلیہ کا پہلے ہی سے تصفیہ کر لیا گیا تھا۔ اس تخلیہ کی کامیابی اس واقعہ سے ثابت ہوتی ہے کہ آٹھویں فوج بغیر لڑائی کے شہر میں داخل ہو گئی۔ (رائٹر)

اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق
جو پاؤں اٹھ گئے وہی ان کے علم ہوئے

عورتوں کے سماجی جنگ کو منظم کرنے کے لئے بیگم شاہنواز سارے ملک کا دورہ کرنے والی ہیں۔ (ایک خبر)

اب مردوں کو اپنے رفاعات مستحکم کر لینے چاہئیں

جن موجودہ لیڈروں کی رہائی کا آج انتظار تھا اور جن کا استقبال کرنے کے لئے آج سکندرآباد اسٹیشن پر ایک کثیر اجتماع ہوا تھا وہ اپنے محبوب لیڈروں کی آمد میں تاخیر کی خبر سن کر لوٹ گئے۔ (ایک خبر)

ہم یہ سنتے آئے ہیں کہ حیدرآباد میں محبوب لیڈر صرف ایک ہے۔ اب محبوب لیڈروں کی یہ کثرت ملک کے لئے شگون بد ثابت ہو گی کیونکہ اس سے واحد نمائندگی کے ادعا کو دھکا پہنچتا ہے

اس دولت آصفیہ اسلامیہ میں کسی مغرب زدہ مزدور تحریک کا کوئی مقام ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ (ملت کا واحد ترجمان)

مگر مصیبت زدہ مزدوروں کی تحریک کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے؟

ہمارے ساہوکار اور بیوپاری جو مہاتما گاندھی کا بہت احترام کرتے ہیں کیا اس امر سے غافل ہیں کہ محصول آبکاری کی مد ـــــ جو غریبوں سے وصول کیا جاتا ہے ـــــ ان کو جدید ٹیکس سے بچا لیا۔ گاندھی جی نے اپنے سماجی پروگرام میں ترک مسکرات کو پہلی جگہ دی تھی۔ (دکن کرانیکل)

کاروبار کو گاندھی جی کے احترام سے کیا واسطہ؟ جس طرح عصر جدید میں سیاسیات میں مذہب کی مداخلت کو نامناسب سمجھا جاتا ہے اسی طرح ساہوکاروں کے نزدیک کاروبار میں اخلاقیات کی مداخلت بھی نامناسب ہے۔

ادارۂ ادبیات اردو ایک "اردو انسائیکلوپیڈیا" مرتب کر رہا ہے۔ اگر اس ادارے کے منتظمین کارل مارکس کے نظریہ پر کوئی مقالہ اس انسائیکلوپیڈیا کے لئے لکھوا رہے ہیں تو ہمارا یہ مشورہ ہے کہ وہ "ملت کے واحد ترجمان" کے اداریہ مورخہ ۲۳ اسفندار کا حسب ذیل اقتباس اس میں ضرور شامل کر لیں۔ علمی تحقیق اور شائستگی کا یہ ایک شاہکار ہے جو حیدرآباد کو علمی دنیا میں ایک ممتاز درجہ عطا کر دے گا۔

خدا کے وجود سے انکار کرنے والوں سے دنیا خالی نہیں رہی ہے۔ مگر کبھی کم اور کبھی زیادہ۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا کے وجود سے انکار کر کے ہر قسم کے اخلاقی بندھن سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ ان کا غالباً یہ ایقان ہوتا ہے کہ انسان بھی ایک ترقی یافتہ کیڑا ہے اور وہ بھی ایک کیڑے ہی کی طرح اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ کھاتا پیتا اور چند کیڑوں کا اضافہ کر کے فنا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو یہاں خوب عیش کر لینا چاہیئے۔ .... اور متقابل جنسوں کی باہمی کشش فطری کو کسی قاعدہ و قانون کا پابند کر لینا انسان کی انتہائی نادانی اور نفس کی ہر شباب امنگوں پر ظلم کرنا ہے۔ اس واسطے کہ شباب چند روزہ ہوتا ہے۔ اگر کیڑے اور حیوان آزادانہ اپنا فطری تقاضائے بقائے نسل پورا کر سکتے ہیں تو کیوں انسانوں کو اس کی اجازت نہ ہونی چاہیئے .... اس نظریہ کو کارل مارکس نے اپنی خیالات کو منظم طور پر پیش کرنے کی ایک بڑی کامیاب کوشش کی۔

دلی کے سو سال پہلے کے دو اُردو اخبارات

مغلیہ عظمت کے آخری نقوش

ڈاکٹر آئی۔ ایچ۔ قریشی۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی ڈائرکٹر آف انڈین ہسٹاریکل ریکارڈز کمیشن کے اخبارو اجلاس میں جس کی کارروائی ابھی کتابی شکل میں شائع ہوئی ہے ایک مقالہ پڑھا تھا جس میں آپ نے اُردو کے دو اخبارات کا حال بیان کیا ہے۔ یہ اخبارات ایک سو سال پہلے دہلی سے شائع ہوتے تھے اور کم و بیش ان کی ہر اشاعت میں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی خبریں چھپتی تھیں۔ ان اخباروں سے مغلیہ دار الحکومت کی معاشی زندگی اور یہاں کی دلچسپیوں کے متعلق قابل قدر اطلاعات ملتی ہیں۔

یہ دونوں اخبار ہفتہ وار تھے اور دونوں میں بادشاہ کی صحت اور ان کے مشاغل و مصروفیات کے حال پر مشتمل قلعۂ معلیٰ کے خبرنامے نمایاں طور پر شائع ہوتے تھے۔ ان خبرناموں سے بڑے بڑے پتے کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مغلیہ دربار جو کسی زمانے میں بڑی شان و شوکت کا مالک تھا اب اس کی حالت کس قدر پست ہو گئی تھی اور نامساعد حالات میں مغل تاجدار کو اپنا ظاہری وقار برقرار رکھنے کے لئے کیسے کیسے جتن کرنے پڑتے تھے۔

اخبار دہلی

ان میں سے ایک کا نام اخبار دہلی تھا جو ہفتے سے مرتب کیا جاتا تھا۔ اس کا معیار بلند تھا اور تبصرہ میں غیر جانب داری سے کام لیا جاتا تھا۔ اس اخبار کی زبان اس زمانے کی فصیح اُردو تھی جو دہلی میں بولی جاتی تھی اور جسے پڑھ کر زبان چٹخارے لیتی ہے۔ یہ اخبار عمارہ کا پریس میں چھپتا تھا۔

ڈاکٹر قریشی نے اس اخبار کا جون ۱۸۴۰ء سے فروری ۱۸۴۱ء تک کا فائل دیکھا ہے جو دہلی کے سابق چیف کمشنر مرجان ماس ان جہانی کے پاس تھا۔ ان اخبار میں چار بڑے واقعات یعنی اکبر شاہ ثانی کی رحلت، بہادر شاہ ثانی کی تخت نشینی، برطانوی سالار اعظم اور گورنر جنرل کی آمد کے حالات درج ہیں اور ان واقعات، وہاں کے تمام رسوم و آداب کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اخباروں کے اس مجموعے میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کے بعد جتنی اشاعتیں ہیں ان میں سے ہر ایک میں بادشاہ کا کلام شائع ہوا ہے۔ بہادر شاہ مرحوم بلند پایہ شاعر تھے اور دہلی کی فضا پر اس وقت جو ثقافتی اصول حاوی تھی اس کا عکس ان کے کلام کے سوز و گداز میں پایا جاتا ہے۔ کبھی کبھی استاد شہ ملک الشعرا ذوق کی غزلیں بھی شائع ہوتی تھیں۔ لیکن ذوق کے ہم عصر اور اُردو کے سب سے بڑے شاعر غالب کے کلام کی طرف سے بے اعتنائی برتی جاتی تھی۔

دہلی کے اس نہاد اور بے بس بادشاہ کا تذکرہ ہمیشہ محبت و احترام کے ساتھ کیا جاتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دہلی بادشاہ کو پرانی عظمت کی یادگار سمجھتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ "اخبار دہلی" کافی باخبر پرچہ تھا جس میں ہندوستان اور دیگر ممالک عالم کے معاملات پر موثر مدبرانہ تبصرے ہوتے تھے۔ یہ اخبار جہاں یہ حکومتوں کے معاملات پر دلچسپی لیتا تھا اور بیگم سمرو کی حکومت کی مذمت کرتا تھا اور اسے خون آشام بتاتا تھا۔ اس مذمت کی شہادت میں اخبار مذکور میں اعداد و شمار اور واقعات بھی پیش کئے جاتے تھے۔

برطانوی نظام حکومت کے بعض اقدامات پر بھی بڑے موثر لہجے میں نکتہ چینی کی جاتی تھی۔ بعض اعتراضات سے ناراضگی کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے جو ۱۸۵۷ء میں اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔

اس زمانے میں دہلی میں جو انگریزوں کی قلیل جماعت موجود تھی اس کی معاشی زندگی کے دلچسپ پہلوؤں پر بھی اس اخبار نے روشنی ڈالی ہے۔ سہ پہر کے وقت بگھیوں میں سوار ہو کر نکلنا، کشتی چلانا اور مچھلی کا شکار ان کی دل پسند تفریحیں تھیں۔ ڈاکٹر قریشی لکھتے ہیں "ضیافتوں میں میزبان خواتین بے دریغ روپیہ صرف کر سکتی تھیں۔ زندگی کی بے رنگی اور یکسانیت کو دور کرنے کے لئے کبھی بازی گر کا تماشا یا ناچ بھی ہو جاتا تھا۔" یوروپین آبادی کی معاشی دلچسپیوں اور تفریحوں میں اسکنر اور ہندراؤ نمایاں حصہ لیا کرتے تھے اور یہ دونوں بہت ہر دل عزیز تھے۔

"نور مشرقی"

دوسرا اخبار "نور مشرقی" الیقرمیں عمدہ قسم کے موٹے بادامی کاغذ کے چار صفحات پر چھپتا تھا اور ہر صفحے میں دو کالم ہوتے تھے۔ اس کے ایک پرچے کی قیمت ایک آنہ تھی اور اشتہاروں کے شائع کرنے کی اجرت فی پرچہ ایک آنہ فی سطر تھی (اس زمانے میں اشتہار بہت کم تھے) یہ اخبار ہفتے کو شائع ہوتا تھا اور اخبار نمبر ۲ جلد اول ۲۳؍ فروری ۱۸۵۳ء کو شائع ہوا تھا۔

اس اخبار میں مقامی خبروں کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ اس میں زیادہ تر بازاروں کے جھگڑے اور درباری سازشوں کا حال درج ہوتا تھا۔ ترکی، ایران اور حیدرآباد کی خبروں کے سوا باقی ممالک کی خبریں بہت مختصر ہوتی تھیں اگرچہ جو کے پرچوں میں جو ڈاکٹر قریشی کے پاس ہیں اور ستمبر اور اکتوبر ۱۸۵۳ء میں شائع ہوئے بیرونی ملکوں کے معاملات کی طرف بالخصوص مشرق قریب اور وسط ایشیا میں روس کی سرگرمیوں، افغانستان کی پالیسی اور سرحد کے واقعات پر بہت توجہ دی گئی ہے۔

اس اخبار کی زبان کسی قدر متروک لیکن اس زمانے کی فصیح اُردو ہے جس میں بیچ بیچ میں فارسی اور اُردو کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں اور انگریزی الفاظ بھی خال خال موجود ہیں۔ اس کی کئی اشاعتوں میں ایک معاصر اخبار "نور مغربی" سے جھڑپیں درج ہیں۔ "نور مشرقی" اور "نور مغربی" ان دو ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار ایک دوسرے کی ضد میں نکالے گئے تھے۔

(مرکزی اطلاعات)

ہندستان کا ایک طاقتور ہو۔ اس کی مثال اپنے وسیع جنگی تجربوں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

اس کانفرنس کے مقاصد و نتائج ایسی جامعیت رکھتے ہیں جس کی نظر انہوں نے اس سے پہلے کو یقین ہوتا تھا کہ اقوام متحدہ کی ہر نقل و حرکت کے اغراض و مقاصد میں بالکل اتفاق ہے اور یہ اتفاق اس وقت بھی قائم رہا جبکہ یہ ظاہر ہو گیا کہ ان مساوی وزن دو جملوں سے کچھ دیر لگے گی۔

قلت صرف شہروں اور چند دیہاتوں میں ہے۔ نائب وزیر ہند کا بیان

لندن ۲۰؍ جنوری (رائٹر) دارالامراء میں نائب وزیر ہند اول آف منسٹر سے ہندوستان کے قحط کی صورت حال کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں اشیائے غذا کی صورت حال پیچیدہ ضرور ہے لیکن قحط کے آثار نہیں ہیں۔ اشیائے غذا کی قلت صرف شہروں اور چند دیہاتوں میں ہے جہاں گیہوں کی قلت کے علاوہ عام دشواری صرف اس وجہ سے پیدا ہو گئی ہے کہ لوگوں نے اجناس کا ذخیرہ کر رکھا ہے حکومت ہند مطمئن ہے کہ اگر ان ذخائر کو حاصل کر لیا جائے اور انہیں صحیح طور پر تقسیم کر دیا جائے تو ہندوستانیوں کو اپنی ضروریات زندگی کے پورا کرنے میں بہت کم دشواری ہوگی۔ آئندہ دو تین ہفتہ میں گیہوں کافی مقدار میں ہندوستان پہنچ جائے گا اور حکومت کی نگرانی میں سب لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

دیہی مسلمانوں کا مسئلہ

دیہی مسلمانوں کی اقتصادی و سماجی حالت ان کے افلاس، جہالت اور بیروزگاری کے اسباب سے متعلق ہمیں ایک پمفلٹ وصول ہوا ہے جس کے چند اہم اقتباسات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ "حکمت"

(۱)

حیدرآباد میں مسلمانوں کا مسئلہ نہ تو جاگیرداروں معاشداروں اور منصبداروں کا مسئلہ ہے اور نہ ملازم پیشہ مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے طبقہ کا مسئلہ ہے بلکہ اصل مسئلہ ان نیم برہنہ اور فاقہ کش مسلم عوام کا ہے جو لاکھوں کی تعداد میں ملک کے ہزاروں دیہاتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور عسرت و یاس کی حالت میں انتہائی بےکسی اور بےبسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عام طور پر حیدرآباد کے مسلمانوں کے متعلق جب کوئی گفتگو کی جاتی ہے یا ان کی اقتصادی و سماجی حالت پر کسی قسم کا تنقید و تبصرہ کیا جاتا ہے تو صرف شہروں کی چند فیصد مسلم آبادی کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اور اس میں بھی خاص طور پر ان طبقوں کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کی معاشی و معاشرتی حالت کے متعلق رائے قائم کی جاتی ہے۔ وہ یا تو جاگیرداروں معاشداروں اور منصبداروں کا طبقہ ہوتا ہے یا ملازم پیشہ مسلمانوں کا طبقہ۔ بالعموم ان ہی دو ایک طبقوں کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ کر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ حیدرآباد کے مسلمان بہت زیادہ دولت مند اور خوشحال ہیں۔ اور اس مملکت میں ان کی اقتصادی زندگی ہر طرح مستحکم اور مضبوط ہے۔ اس اصولی غلطی کا نتیجہ ہے کہ حیدرآباد کے مسلمانوں کے دولت و ثروت کے افسانے دنیا میں مشہور ہو گئے ہیں کہ حیدرآباد اور بیرون حیدرآباد کے اکثر ناسمجھ افراد اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حیدرآباد میں رہنے والا ہر مسلمان یا تو نواب اور جاگیردار ہے یا سرکاری عہدہ دار۔ اس غلط فہمی کی اشاعت میں خاص طور پر ان لوگوں نے بہت زیادہ حصہ لیا ہے جو محض سیاسی مصالح کے تحت دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ ملک کی ساری دولت اور پورے وسائل پر مسلمانوں کا قبضہ ہے اور مسلمان بلاشرکت غیرے ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ کا ایک بدیہی اثر تو یہ ہوا کہ مسلمانوں کی حقیقی حالت پر ایک ایسا تاریک پردہ پڑ گیا ہے کہ کوئی یہ نہیں جانتا کہ مسلمان یہاں کس حال میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور حیدرآباد میں ان کا کیا مقام و موقف کیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ مسلمانوں کی حقیقی حالت نہ صرف بیرونی اشخاص کی نظروں سے چھپی ہوئی ہے بلکہ یہاں کی حکومت اور خود یہاں کے مسلمان بھی مسلمانوں کی صحیح حالت سے بےخبر اور لاعلم ہیں۔ یہ بھی اسی جگہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ حیدرآباد کے مسلمان ہر طرح مطمئن اور آسودہ ہیں۔ اور ان میں بھوک، برہنگی یا بیروزگاری کا کوئی مسئلہ موجود نہیں ہے۔ یا وہ اس قدر معمولی ہے کہ کسی خاص توجہ کا مستحق نہیں۔ لیکن اس غلط فہمی سے بھی زیادہ افسوسناک واقعہ یہ ہے کہ جب کبھی حیدرآباد کے مسلمانوں کے مسائل پر سنجیدگی سے غور و خوض کیا جاتا ہے تو یہ مسائل یا تو جاگیرداروں معاشداروں اور منصبداروں کے مسائل ہوتے ہیں یا ملازم پیشہ مسلمانوں کے ایک مختصر سے طبقہ کے مسائل۔ اس تنگ نظری کے ذمہ دار خود یہاں کے وہ مسلمان ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے اس غلط تصور میں مبتلا ہیں کہ حیدرآباد میں مسلم قوم کا اگر کوئی حقیقی مسئلہ ہے تو وہ صرف جاگیرداروں معاشداروں اور منصبداروں کا مسئلہ ہے یا ملازم پیشہ مسلمانوں کے طبقہ کا مسئلہ۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان دو چار طبقوں کے مفادات محفوظ کی حالت کا انتظام کر لیا گیا۔ تو پھر یہاں کی مسلم قوم کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے مامون و محفوظ ہو جاتی ہے۔ ان چند در چند غلط فہمیوں اور تنگ نظریوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو مسلم عوام کی حقیقی حالت سب کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئی ہے اور دوسری طرف اس کے مسائل سے بھی ہم بالکل بےخبر ہو گئے ہیں۔ لہٰذا یہاں کے مسلمانوں کے متعلق اگر کوئی صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ تو وہ صرف مسلم عوام سے نہ کہ مٹھی بھر جاگیرداروں معاشداروں منصبداروں یا عہدہ داروں سے۔ اسی طرح حیدرآباد میں مسلمانوں کا اگر کوئی حقیقی مسئلہ ہو سکتا ہے تو وہ صرف مسلم عوام کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ کسی قوم میں عوام کو نہ صرف تعداد کے اعتبار سے خواص پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ صحیح معنوں میں قومی زندگی کا وہی سرچشمۂ حیات ہوتے ہیں۔ اور اگر ان کو علیحدہ کر دیا جائے تو چند بے جان اور بے وظیفہ طبقوں کے سوا قوم میں کچھ اور باقی نہیں رہتا۔ اب ہم ذیل میں کسی قدر تفصیل سے حیدرآباد کے مسلم عوام کی حقیقی حالت پر روشنی ڈالتے ہیں جس سے نہ صرف مسلمانان حیدرآباد کی صحیح حالت ہی کا انکشاف ہوگا بلکہ یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس ملک میں مسلمانوں کے حقیقی مسائل کیا ہیں۔

حالیہ مردم شماری کے مطابق مملکت حیدرآباد میں مسلمانوں کی آبادی ۳۰ لاکھ ۹۷ ہزار ۴ سو ۵۵ ہے۔ جس کے منجملہ ۶ لاکھ ۹۹ ہزار ایک سو ۵۸ مسلمان شہروں اور قصبوں میں آباد ہیں اور بقیہ ۲۳ لاکھ ۹۸ ہزار ۲ سو ۹۷ مسلمانوں کی سکونت دیہاتوں میں ہے۔ یا بالفاظ دیگر مسلمانوں کے تقریباً ایک لاکھ ۳۹ ہزار ۵ سو ۳۱ خاندان تو شہروں اور قصبوں میں بستے ہیں اور ۴ لاکھ ۹۰ ہزار ۵ سو ۳۹ خاندان چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں اور اس طرح مسلمانوں کی ۲۳ فیصدی یا ایک ثلث آبادی شہری و قصباتی ہے۔ اور ۷۷ فیصدی یا دو ثلث خالص دیہی۔

یوں تو دیہی آبادی میں افلاس جہالت اور بیروزگاری ہر جگہ عام ہے اور ہمارے ملک کی دیہی آبادی کا بھی ایک بڑا حصہ دائمی طور پر فاقہ کشی بیروزگاری اور جہالت میں مبتلا ہے۔ لیکن جس بے پناہ افلاس جہالت اور بیروزگاری میں مسلمانوں کی یہ دو ثلث آبادی گرفتار ہے۔ وہ اس درجہ غیر متوازی اور غیر معتدل ہے کہ خود دیہی علاقوں میں بھی اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اب ملک کے کسی گوشہ میں چلے جائیے اور پھر کسی ایک موضع میں داخل ہو کر وہاں کی آبادی کا ذرا گہری نظر سے جائزہ کیجئے تو کسی تحقیق کے بغیر آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ بھوک برہنگی اور جہالت کی علامتیں کم و بیش ہر طبقہ میں موجود ہیں لیکن مسلمانوں کی سیاہ بختی کی تاریکی ان سب سے بڑی ہوتی ہے اور جس خصوصیت سے وہ افلاس جہالت اور بیروزگاری میں گرفتار ہیں۔ اس کی نظیر کسی طبقہ میں بھی موجود نہیں ہے۔ عام طور پر دیہی علاقوں میں اس آبادی کا ذریعہ معاش یا تو پٹیل پٹواریوں اور ساہوکاروں کے پاس خانگی ملازمت ہے یا زرعی مزدوری۔ زمین کی ملکیت سے وہ یکسر محروم ہے۔ اور دیگر تمام منفعت بخش پیشوں کے دروازے اس پر بند ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ قلیل ترین اجرت اور شدید ترین قرضہ کا شکار ہے۔ اور دوسری طرف بیروزگاری کے پھندوں میں اس بری طرح گرفتار ہے کہ اس کا ایک معتدبہ حصہ یا تو فقیری اور گداگری میں زندگی بسر کرتا ہے یا دائمی طور پر فاقہ کشی میں مبتلا ہے۔ ان عجیب و غریب حالات نے اس کے معیار زندگی کو اتنا پست و حقیر بنا دیا ہے کہ اس کے اکثر و بیشتر خاندانوں کو تو دیہی آبادی کی وہ سادہ اور بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر نہیں آتیں جو محض روح و جسم کے رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ جن لوگوں نے ہماری دیہی آبادی کی اقتصادی زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ اس چیز سے اچھی طرح واقف ہیں کہ کم از کم دیہی آبادی کے ہر خاندان کے پاس ایک ٹوٹا پھوٹا مٹی کا جھونپڑا ضرور موجود ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی طرح اپنی تن پروری اور تن پوشی کے لئے کچھ نہ کچھ غذا اور لباس ضرور فراہم کر لیتی ہے لیکن دیہی علاقوں کی مسلم آبادی میں ایک بہت بڑی اکثریت ایسے خاندانوں کی ہے جن کے پاس نہ تو رہنے کے لئے مٹی کا جھونپڑا ہے اور نہ تن پروری و تن پوشی کے لئے ان کو غذا اور لباس میسر ہے۔ وہ دن بھر کی محنت و مزدوری کے بعد رات کو یا تو پٹیل پٹواریوں اور ساہوکاروں کی دیوڑھیوں کے کسی گوشہ میں پڑے رہتے ہیں یا سارا دن کی فقیری و گداگری کے بعد گاؤں کے کسی تاریک اور گندے مقام پر شب بسری کا انتظام کر لیتے ہیں۔ ان کے نحیف اور لاغر جسم قریب قریب سال کے موسم عریاں و نیم برہنہ رہتے ہیں۔ اور شاید ہی ان کی

ہماری زندگی میں چند ایسے خوش نصیب دن آتے ہوں کہ ان کو پیٹ بھر کر غذا میسر آتی ہو۔ حقیقی معنوں میں ہر شعبہ بندی کے کسی طبقہ کے متعلق اگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دائمی طور پر غذا، لباس اور مکان جیسی ابتدائی اور بنیادی ضرورت زندگی سے بھی محروم ہے تو وہ یہی طبقہ ہے۔ صحیح معنوں میں مسلمانوں کا یہ طبقہ ہمارے ملک کی پوری آبادی کا ایک ایسا بد نصیب عنصر ہے جو نہ تو اس مملکت میں مکان و ملکیت رکھتا ہے اور نہ تن پروری و تن پوشی کے لئے اس کو غذا و لباس میسر ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ حصول معیشت کے جتنے ذرائع بھی اس ملک میں موجود ہیں ان سب کے دروازے اس پر بند ہیں۔ اور بھوک کی شدت و برہنگی کی مصیبت سے نجات پانے کی اس کے لئے کوئی صورت موجود نہیں ہے اس ناگفتہ بہ حالت نے نہ صرف اس کی اقتصادی زندگی ہی کو تباہ و برباد کر دیا ہے بلکہ اس کی تمدنی زندگی بھی اتنی تہس نہس ہو گئی ہے کہ مادی آسائشوں کے ساتھ ساتھ وہ تمدنی زندگی کی تمام راحتوں سے بھی بالکل محروم ہو گئی ہے۔ غربت و افلاس نے جہاں ایک طرف اس کی جسمانی حالت کو اتنا کمزور و لاغر کر دیا ہے کہ اس کی ایک بہت بڑی اکثریت ہمیشہ امراض و بیماری میں مبتلا رہتی ہے۔ وہاں اس کی ذہنی اور اخلاقی حالت کو بھی اس قدر خراب و خستہ بنا دیا ہے کہ نہ تو مذہب سے کوئی لگاؤ رہا ہے اور نہ اخلاق سے کوئی واسطہ اس ناگفتہ بہ حالت نے اس کی دینی و دنیوی زندگی کو ہر قسم کے توہمات و بدعتوں کا مستقل طور پر مرکز بنا دیا ہے۔ مختصر یہ کہ اس آبادی کے دیکھنے سے نہ صرف فلاکت و نکبت کی ایک بھیانک تصویر نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ بلکہ جہالت و توہمات اور بد اخلاقی کا بھی ایک ایسا خوفناک نقشہ نظروں کے سامنے پھر جاتا ہے جو مذہب اخلاق اور تہذیب کو لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ دیہی مسلمانوں کی یہ حالت نہ صرف حیدرآباد کے مسلمانوں ہی کے اس طبقے کی پیشانی پر ایک سیاہ داغ ہے جو اس وقت حیدرآباد میں دولت و اقتدار کا مالک ہے بلکہ حقیقی معنوں میں اس کی یہ حالت پورے ملک کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ حیدرآباد کے مسلمانوں کو یہ چیز اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ حیدرآباد میں مسلم قوم کا کوئی حقیقی مسئلہ ہے تو وہ صرف مسلمانوں کے اسی سواد اعظم کی بھوک برہنگی اور جہالت کا مسئلہ ہے تاوقتیکہ مسلمان ابھی اس دو ثلث آبادی کی اہمیت اور اس کے مسائل کو اچھی طرح ذہن نشین نہ کر لیں اس وقت تک مسلمانوں کی اصلاح و سدھار یا ان کی بقاء و تحفظ کی کوئی تحریک نہ تو ترقی کر سکتی ہے۔ اور نہ بار آور ہو سکتی ہے بلکہ بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی منزل مقصود بھی کھو دیں۔ اس وقت مسلمان شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی پوری استعداد صرف چند چھوٹے طبقوں کے حقوق و مفاد کی حفاظت میں صرف کر رہے ہیں اور مسلم عوام کے مسائل کو انہوں نے نظر انداز کر دیا ہے جس کی وجہ سے عوام کی اصلاح و ترقی کی تمام راہیں مسدود ہو گئی ہیں۔ اور وہ حیدرآباد میں انتہائی کس مپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ مسلمان اپنی پوری توانائی صرف کرنے کے بعد ان چند طبقوں کو وقتی فائدہ پہنچا سکیں۔ لیکن یہ امر ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جن طبقوں کی بقاء و تحفظ کے لئے وہ اپنی توانائی کو اس بے دریغ طریقہ پر استعمال کر رہے ہیں، وہ طبقے اب اپنی حیاتیاتی قدر و قیمت کھو چکے ہیں۔ اس لئے دوسروں کی بڑی سے بڑی قربانی بھی ان کو حیات نو بخشنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ قدرت کا یہ ایک اٹل قانون ہے کہ جب کوئی عضو جسمانی اپنا وظیفہ انجام نہیں دیتا تو وہ خود بخود ٹھنٹھ ہو جاتا ہے اور دوسرے اعضاء کے خدمات اس کو ٹھنٹھ ہونے سے نہیں بچا سکتے یہی حال قوم اور اس کے اندرونی طبقات کا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی طبقہ اپنا قومی وظیفہ انجام دینا ترک کر دیتا ہے تو پھر اس طبقہ کا فنا ہونا یقینی اور لازمی ہوتا ہے۔ اس لئے دیگر طبقات کی خدمات کے ذریعہ ایسے بے وظیفہ طبقوں کو بچانے کی کوشش محض سعی لا حاصل ہے۔ لہذا مسلمانوں کو خواہ مخواہ ان کے لئے اپنی توانائیاں ضائع نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ان طبقوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ تاکہ وہ اپنے لئے یا تو کوئی وظیفہ حیات تلاش کر لیں۔ یا پھر قانون قدرت کے آخری فیصلہ کا انتظار کریں۔ اس کے بعد ہمیں اپنی تمام کوششوں کو مسلم عوام کی طرف منتقل کر دینا چاہئے۔ اور مسلم عوام کو مرکز بنا کر ان کی اصلاح و ترقی کی کوشش کرنا چاہئے۔ درحقیقت وہ ہی قومی زندگی کا سرچشمہ ہیں اور اگر ان کو ہم نے بھوک برہنگی و جہالت سے نجات دلا کر تمدن اور آسودگی سے ہمکنار کر دیا تو ہماری ملی زندگی کا وہ چشمہ جو استداد زمانہ سے اس وقت تنگ ہو گیا ہے۔ پھر ابل کر قوت کی کھیتی کو سرسبز و شاداب کر دے گا۔ مسلمانوں کے اس سواد اعظم کی بھوک برہنگی اور جہالت کے مسئلہ نے اس وقت ایک خاص اہمیت اس لئے بھی حاصل کر لی ہے کہ اب تک تو ہم نے کسی نہ کسی طرح حیدرآباد میں اپنی زندگی بسر کر لی۔ لیکن مستقبل میں یہ ناممکن ہے کہ ہم ان تمام کمزوریوں کے ساتھ اپنے موقف کو اس تغیر پذیر ماحول میں بحال رکھ سکیں۔ مسلم عوام کا مسئلہ اس لئے بھی فوری توجہ کا مستحق ہے کہ عصر حاضر کی تمام تحریکات بھوکے اور ننگے انسانوں کو روٹی کے نام پر اپنی طرف بلا رہی ہیں اور جب فاقہ کش انسانوں کا کوئی گروہ ان کے حلقہ اثر میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس تہذیب و مذہب کا گلا گھونٹ دیتی ہیں۔ جس کے آغوش میں ان کی تربیت ہوئی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم عوام دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ دین کے دلدادہ ہیں۔ اور اسی خصوصیت نے ان میں صبر و قناعت کا ایک ایسا جوہر پیدا کر دیا ہے۔ کہ وہ دوسری قوموں کے عوام الناس کے مقابل میں زیادہ سے زیادہ مصیبتوں کو برداشت کر سکتے ہیں۔ لیکن موجودہ حالات میں ان کی خصوصیت پر زیادہ عرصہ تک بھروسہ کرنا انتہائی خطرناک ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس قسم کی تحریکات سے ابھی حیدرآباد محفوظ ہے لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج جو حیدرآباد ہے وہی کل بھی رہے گا۔ ایسی صورت میں اگر مسلم عوام سے ہماری بے اعتنائی و سرد مہری کا یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک اور یوں ہی قائم رہا تو کوئی تعجب نہیں کہ ہماری تہذیب و مذہب کی قیمت بھی روٹی بن جائے۔ ایک اور وجہ ہے جو مسلم عوام کے مسئلہ کو از جلد حل کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ مستقبل میں اس امانت ابدمدت کی بقاء و تحفظ کا بار انہی کے دوش پر ہوگا ایسی صورت میں اگر وہ کافی مستحکم و مضبوط نہ ہوئے تو وہ اپنے اس فرض کو کما حقہ پورا نہ کر سکیں گے بلحاظ کو یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کسی قوم کا مسئلہ صرف جلسوں اور تقریروں سے حل نہیں ہو سکتا۔ گو اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قومی زندگی کی تعمیر کے لئے جلسے اور تقاریر بھی اپنی جگہ مفید اور ضروری ہوتے ہیں۔ لیکن وہ فی نفسہ کسی قوم کے مسائل کا حل نہیں ہوتے اس کے لئے ضروری ہے کہ اولاً تو پوری قوم میں ایک ذہنی انقلاب پیدا کیا جائے اور پھر اس کو ایک ایسا معاشی نظام دیا جائے جو اس کے تمام مصائب کا ایک قطعی علاج ہو۔ اس معنی میں مسلمانوں کو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ زندگی کے لئے صرف زندہ رہنے کی تمنا کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ تکمیل تمنا کے تمام وسائل و ذرائع پر بھی قابو حاصل کیا جائے۔ آئندہ صفحات میں ہم مسلم عوام کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو خاص اعداد و شمار کی روشنی میں پیش کرتے ہیں تاکہ اس حالت کا ایک صحیح نقشہ آپ کے ذہن میں آ جائے جس میں کہ دو ثلث مسلم آبادی اس وقت زندگی بسر کر رہی ہے ساتھ ہی ساتھ اس کے لئے ایک معاشی لائحہ عمل کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (باقی)

اعلان

ایک غلط فہمی کا ازالہ

آج کل یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ بلدہ حیدرآباد کے اے آر پی وارڈنوں کو ہوائی حملوں کے دوران میں خدمات بجا لانے کے لئے کلکتہ روانہ کیا جائے گا۔ لہذا یہ عوام کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ افواہ قطعاً بے بنیاد ہے۔ حیدرآباد کے کسی بھی وارڈن کو عملی خدمت انجام دینے کے لئے ممالک محروسہ سے باہر بھیجا نہیں جائے گا۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ اے آر پی وارڈنوں کو ہوائی حملوں میں [illegible]

چرچل اور روزولٹ کی ملاقات

جنگ کے متعلق اتحادیوں کا اتفاق رائے

لندن ۲۶ر جنوری۔ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ صدر روزولٹ اور مسٹر چرچل نے کاسابلانکا کے قریب ملاقات کی۔ دس دن تک ان دونوں لیڈروں اور دونوں کے جنگی افسران اعلیٰ نے میدان جنگ کے تمام محاذوں پر یکے بعد دیگرے تبصرہ کیا اور بری، بحری اور ہوائی جنگ کو پوری طرح چلانے کے لئے تمام ذرائع و وسائل تجویز کئے گئے۔ دن میں متعدد مرتبہ جنگی افسران اعلیٰ باہم یکجا ہوتے تھے اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد صدر روزولٹ اور برطانوی وزیر اعظم کو اپنی تحقیقات کے نتائج سے مطلع کرتے تھے۔ آخری ملاقات میں ۱۹۴۳ء کے جارحانہ اقدام کے متعلق تجویزوں پر آپس میں ایک مکمل راضی نامہ ہو گیا۔ ان دونوں لیڈروں نے اس امر پر زور دیا کہ اتحادی اقوام نے جرمنی اطالیہ اور جاپان کو غیر مشروط طریقہ پر مغلوب کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔

اس دس روزہ ملاقات کے بعد صدر اور وزیر اعظم اور ان کے افسران متفقہ تجاویز کو پوری سرگرمی اور مستعدی سے روبہ عمل لانے کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

روس کے وزیر اعظم اسٹالن کو بھی صدر روزولٹ اور مسٹر چرچل سے ملاقات کرنے کی دعوت دی گئی تھی اگر وہ بھی آ جاتے تو اس صورت میں ملاقات اور آگے مشرق میں ہوتی۔ وزیر اعظم اسٹالن روس کے عظیم الشان جارحانہ معرکہ کی وجہ سے روس چھوڑ کر نہ آ سکے کیونکہ اس معرکہ کی وجہ سے روس چھوڑ کر نہ آ سکے کیونکہ خود اسی معرکہ کی رہنمائی وہی کر رہے ہیں تاہم انہیں اس ملاقات کی صورت حال سے پوری طرح مطلع کر دیا گیا ہے۔

صدر اور وزیر اعظم نے پوری طور پر روس کے اس بار کو تسلیم کیا جو روس اپنے پورے بری محاذ پر برداشت کر رہا ہے اور ان دونوں نے یہ طے کیا ہے کہ بہترین منتخب مقامات پر حتی الامکان دشمن کو بری طرح مصروف جنگ کر کے اس دباؤ کو اتحادی فوجوں پر منتقل کر دیا جائے۔

ان لیڈروں نے جنرل چیانگ کائی شک سے بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور انہیں اس کاروائی سے مطلع کیا جو وہ مشترک مفاد کے خاطر چین کی اس شاندار اور غیر متزلزل جدوجہد میں اس کی اعانت کرنے کے لئے اختیار کر رہے ہیں۔

اس کا انکشاف بھی ہوا کہ جب کاسابلانکا کے قریب اتحادیوں کے یہ مشورے ہو رہے تھے اس وقت جنرل جیراڈ اور جنرل ڈیگال بھی موجود تھے۔ ان دونوں فرانسیسی لیڈروں نے بھی آپس میں گہرا مشورہ کیا اور اپنی پہلی گفتگو کے ختم پر یہ مشترکہ بیان جاری کیا کہ: "ہم نے ملاقات کی اور گفتگو کی۔ ہم جو مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق ہم پوری طرح راضی ہو گئے ہیں۔ وہ مقصد یہ ہے کہ فرانس کو آزاد کرانا اور دشمن کو مکمل شکست دے کر انسانیت کی آزادی کا جھنڈا بلند کرنا۔ یہ مقصد جنگ میں اس طرح اتحاد کرنے سے نکلے گا کہ تمام فرانسیسی اتحادیوں کے دوش بدوش رہیں۔"

جنرل جیراڈ ... کے ساتھ جواب واپس آ گئے ہیں جنرل کاترو بھی تھے۔

ایک بیان میں جو لنڈن میں شائع ہوا ہے فرینچ نیشنل کمیٹی نے کہا ہے کہ یہ طے ہوا ہے کہ سلطنت فرانس کی ساری جنگی ذرائع، بری بحری اور ہوائی فوجوں کی کاروائیوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے فرانسیسی فوری تعلقات قائم کئے جائیں۔

اس سے قبل کبھی دو اتحادیوں کے درمیان کسی موضوع پر اس طرح طول طویل گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ دونوں لیڈر ہوائی جہاز کے ذریعہ اس جگہ گئے تھے جہاں وہ ایک دوسرے سے ملے۔ صدر روزولٹ پہلے شمالی افریقہ کے ایک مقام پر اترے اور اس کے بعد کو سفر انہوں نے ایک چار انجن والے ہوائی جہاز پر جو اس سفر کے لئے خاص طور سے تیار کیا گیا تھا طے کیا۔ مسٹر چرچل ۱۲ر جنوری کو لنڈن سے فیری کمان کے ایک "لبریٹر" ہوائی جہاز میں روانہ ہوئے۔ مسٹر چرچل کے آنے کے دو دن بعد صدر روزویلٹ آئے اور ۱۴ر جنوری کو کاسابلانکا کے نواح میں کانفرنس شروع ہوئی۔ یہ برطانوی اور امریکی لیڈروں کا ایک انوکھا اجتماع تھا اور اس میں دونوں ملک کے بری اور بحری ماہرین جنگ میں سے سب ہی مشہور آدمی اور متعدد سیاست داں بھی شامل تھے۔

صدر روزویلٹ کے ساتھ مسٹر ہیری ہاپکنس آئے تھے اور بعد کو مسٹر اے ہیریمن بھی جو مسٹر چرچل کے ساتھ لنڈن سے آئے تھے ان میں مل گئے۔ مسٹر چرچل کے ساتھ برطانوی حکومت کے جنگی رسل و رسائل کے وزیر لارڈ لیدرز آئے تھے۔ مشترکہ جنگی افسران اعلیٰ میں امریکہ کے جنرل مارشل (فوج) امیرال کنگ (بحریہ) اور لفٹننٹ جنرل آرنلڈ (ہوائیہ) تھے اور برطانیہ کی طرف سے بحری بیڑہ کے امیرال سر ڈڈلے پونڈ، جنرل سر الن بروک اور ہوائیہ کے سپہ سالار مارشل سر چارلس پورٹل تھے ایک یا دو مرتبہ اس کانفرنس میں جنرل الکزنڈر نے بھی شرکت کی جو اس وقت کاسابلانکا میں آ گئے جبکہ ان کی فوجیں طرابلس میں اپنی آخری فتح حاصل کرنے کے قریب تھیں۔

ان کے علاوہ ہوائیہ کے سپہ سالار مارشل سر آرتھر ٹیڈر، نائب ایڈمرل لارڈ لوئی ماؤنٹ بیٹن جنگ کی مشترکہ کاروائیوں کے افسر اعلیٰ، جنرل آئزن ہاور، اینڈریو کننگھم، جنرل اسپاٹس شمالی افریقہ میں اتحادیوں کے ہوائی کمانڈر اور افواج ریاست ہائے متحدہ کے جنرل کلارک بھی کانفرنس میں موجود تھے۔ یہ کانفرنس کاسابلانکا کے قریب کی ایک تفریح گاہ میں منعقد ہوئی جہاں ایک ہوٹل اور ایک درجن مکانات اس غرض کے لئے حاصل کئے گئے تھے۔

کانفرنس میں کسی قسم کا تکلف نہیں برتا گیا۔ ہر ایک کو پوری پوری آزادی تقریر حاصل تھی۔ ہر شخص نے بنا جھجک آزادی اور صفائی کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کی اور اسی آزادی اور صفائی کے ساتھ اس پر گفتگو ہوئی اور ہر نقطہ نظر پر پورا پورا اتفاق ہو گیا۔

اس دس روزہ کانفرنس کا خاتمہ ایک صحافی کانفرنس سے ہوا۔ صحافی کانفرنس شروع ہونے سے قبل جنرل جیراڈ اور جنرل ڈیگال مسٹر چرچل اور صدر روزویلٹ کے ہمراہ آئے اور تمام مجمع کے سامنے مصافحہ کیا۔ صدر نے کانفرنس سے کہا کہ وہ اور وزیر اعظم چرچل یکم دسمبر سے اس کانفرنس کے انعقاد پر غور کر رہے تھے۔ شمالی افریقہ کی چڑھائی میں کامیابی حاصل ہونے کے بعد اس کانفرنس کا انعقاد ضروری ہو گیا تھا اور گذشتہ جون میں وزیر اعظم کے امریکہ آنے کے موقع پر اس مہم کے آخری مراحل طے ہو گئے تھے۔ صدر روزویلٹ نے کہا کہ ۱۹۴۳ء کے جارحانہ اقدام کی وسعت وہ بہت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی شہادت تاریخ میں آج تک نہیں ہوئی۔ گذشتہ جنگ میں ایسی کانفرنسیں زیادہ سے زیادہ دو دن تک چلتی تھیں بلکہ اکثر اوقات تو وہ چند گھنٹوں ہی میں ختم ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ کانفرنس دس دن میں جا کر ختم ہوئی۔ برطانیہ اور امریکہ کے اعلیٰ فوجی عہدہ دار ہر روز جمع ہوتے تھے وہ سب کے سب ایک ہی ہوٹل میں رہتے تھے۔ دونوں کے افسران اعلیٰ نے ایک ساتھ مل کر اتحادی اقوام کے تمام ذرائع کو غیر مشروط طور پر ایک جا کرنے کے مسئلہ پر کام کیا اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ جنگ کے محاذ پر خواہ وہ روس میں ہو یا بحر الکاہل کے وسیع حلقہ میں یا چین یا افریقہ میں جہاں اپنی اپنی طرف سے کر رہے ہیں گے۔

امریکی صدر نے اخبار نویسوں سے کہا کہ اس بات پر اتفاق ہو گیا ہے کہ امن اسی وقت حاصل ہو سکے گا جبکہ جرمنی اطالیہ اور جاپان کی قوتوں کو پوری طرح قلع قمع کر دیا جائے۔ صدر روزویلٹ نے تجویز کیا کہ اس کانفرنس کا نام "غیر مشروط اعتراف شکست کانفرنس" رکھا جائے۔

وزیر اعظم برطانیہ نے اس کانفرنس کے متعلق کہا کہ میں نے ابھی تک جتنی کانفرنسوں میں شرکت کی ہے یہ کانفرنس ان سب سے زیادہ اہم ہے۔ دونوں ملکوں کے افسران اعلیٰ نے یہاں جو انتھک کام کیا ہے

(بقیہ دیکھو صفحہ کالم ۳)

مطلق العنانی کا خاتمہ

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

غلامی پر آزادی کی قوتوں کی کامیابی کو دن بدن قریب تر لائی جا رہی ہیں اور اس کامیابی کے دور رس نتائج اور اس کے مضمرات زیادہ واضح ہوتے جا رہے ہیں۔

میرے خیال میں کامیابی کی یہ علامتیں سیاسی اور فوجی اہمیت کے ساتھ ساتھ اخلاقی اہمیت کی بھی حامل ہیں۔ وہ وقت آئے گا ۔۔۔۔۔ شاید ۱۹۴۳ء میں ۔۔۔۔۔ جبکہ دشمن ممالک کے باشندے یہ دریافت کریں گے کہ ان کی حکومت ان کے لئے کیا تباہی و بربادی کا باعث ہوگی یا وہ اپنے جابر حکمرانوں کا قلع قمع کرنے میں مدد دے کر اس نظام نو کے فوائد سے مستفید ہو سکیں گے جس کو اقوام متحدہ وجود میں لانے کا عزم کر چکی ہیں۔ یہ موقع اس وقت آئے گا جب کہ اقوام متحدہ کی برتری ہوئی کامیابی ہٹلر، مسولینی اور

جاپان کے ارباب جنگ کے وعدوں کو غلط ثابت کرے گی۔ ۱۹۴۲ء کے آخری ہفتہ کے واقعات دول محور کے وعدوں کے غلط ہونے کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں ہم جنرل اسمٹس کی اسی پیش قیاسی کو پورا ہوتے دیکھ سکیں گے یعنی اگرچہ عظیم الشان قوت کا حامل ہے لیکن اقوام متحدہ کو اچانک اور حیرت انگیز طریقہ پر کامیابی حاصل ہوگی۔

۷۔ مرافہ بڑی حد تک خود اختیاری اصولوں پر کام کریگا۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس مرافہ کے باعث ایک طرف تو ملک کے کاروبار کو تقویت ہوگی تو دوسری طرف غیر محفوظ کاروبار کے خطرات سے بچنے کا سامان پیدا ہو جائے گا۔

(سورشی انیڈ پریس)

اخبار حکمت کا مطالعہ کیجئے۔

حیدرآباد صرافہ کمیٹی کی سفارشات

حیدرآباد ۲۳ جنوری۔ آنریبل مسٹر غلام محمد معین الاسلام خیانس حکومت سرکار عالی نے حیدرآباد صرافہ (اسٹاک ایکسچینج) کے قیام پر غور کرنے کے لئے جو کمیٹی نواب کمال یار جنگ بہادر کی صدارت میں قائم کی تھی اس نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد قیام صرافہ کے امکانات پر اپنی سفارشات پیش کر دی ہیں جو حکومت سرکار عالی کے زیر غور ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ کمیٹی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ حیدرآباد میں صرافہ قائم ہو لیکن ہندوستان کے دیگر مقامات کے صرافوں سے کچھ مختلف اصولوں پر۔ اس لئے کہ حیدرآباد کے خصوصی حالات دیگر اقطاع ہند سے جدا ہیں۔ بحالت موجودہ بیان کیا جاتا ہے کہ بیرونی کاروبار forward dealing نہ ہوگا۔ اور صرافہ کی نگرانی ایک کمیٹی کے سپرد ہوگی جس میں حکومت، صنعتی، تجارتی اور بینک کاری کے نمائندوں کے علاوہ اس صرافہ کے نمائندے بھی شامل ہوں گے۔



احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید ... دفتر مملکت مسجد چوک سے شائع ہوا۔